(۲)

قاسم امین

قاسم امین (۱۸۶۳ء — ۱۹۰۳ء) مصر کے ان ارباب علم و فکر میں سے ہیں، جن کی کوششوں کا مصر جدید کی تعمیر میں بہت بڑا حصہ ہے، موصوف نے تحریر المراۃ نامی کتاب لکھی جو بعد میں مصر کی مسلمان عورتوں کی بیداری اور آزادی کا منشور بن گئی اور انہوں نے مصر کی قومی و اجتماعی زندگی میں عملی حصہ لینا شروع کیا ۔ قاسم امین کا شمار آج مصر جدید کے بانیوں میں سے ہوتا ہے ۔ (مدیر)

... ایک حقیقت پسند مصلح کی حیثیت سے قاسم امین پر رفتہ رفتہ یہ حقیقت واضح ہونے لگی تھی کہ مصر کی معاشری زندگی میں اصلاح کی سخت ضرورت ہے ۔ اس جذبے کے تحت انہوں نے صحافی زندگی کا آغاز کیا اور اخبار ''المؤید'' میں مضامین لکھ کر مصر کی معاشری زندگی کے مختلف پہلوؤں پر تنقید کی ۔ اگرچہ ان مقالوں کے ذریعہ وہ ملک میں مصلح کی حیثیت سے روشناس ہوچکے تھے، لیکن ابھی تک ان کے ذہن میں اصلاح کا واضح مقصد متعین نہیں ہوا تھا ۔ دراصل ان کا ذہن ابھی ارتقائی دور سے گزر رہا تھا ۔ اس دوران میں انہوں نے مشرقی اور مغربی علوم کا کثرت سے مطالعہ کیا ۔ علم اور تجربے میں اضافے کے ساتھ ساتھ ان کی نظر وسیع ہو رہی تھی ۔ بالآخر انہوں نے اصلاح کا رخ متعین کرلیا ۔ اور اس نتیجے پر پہنچے کہ معاشرے میں عورت کا پست مقام تمام معاشری برائیوں کی جڑ ہے ۔ یہ احساس بتدریج بڑھتا گیا ۔ یہاں تک کہ ان کی پوری زندگی پر حاوی ہوگیا ۔ چنانچہ وہ عورتوں کی آزادی کے زبردست داعی کی حیثیت سے نمودار ہوئے جس کی ابتدا ان کی مشہور تصنیف '' تحریر المرآۃ '' سے ہوئی ، جس میں پہلی مرتبہ عورتوں کی آزادی کے سوال کو اٹھایا گیا تھا ۔ اس واقعہ کے ساتھ قاسم امین کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا ۔

قاسم امین سے پہلے جن اشخاص نے عورتوں کی آزادی کے سوال کو اٹھایا تھا اور ان میں علی مبارک پاشا، رفاعہ رافع الطہطاوی اور شیخ محمد عبدہ کے نام قابل ذکر ہیں ۔ اول الذکر دو اشخاص کی جدوجہد عورتوں کی تعلیم و تربیت کے مسائل تک محدود تھی ۔ ان لوگوں نے تعدد ازدواج اور مروجہ طلاق وغیرہ کے متعلق اظہار ناراضگی تو کیا تھا ۔ لیکن اس سلسلے میں کوئی عملی تجویز پیش نہیں کی تھی ۔ جہاں تک شیخ محمد عبدہٗ کا تعلق ہے انہوں نے اس مسئلے کی اہمیت کو خاص طور پر محسوس کیا اور اصلاح کی غرض سے اخبارات میں متعدد مضامین لکھے ۔ عورتوں سے متعلق قرآنی آیات کی جدید تشریح و تاویل کی جس کی وجہ سے مصر میں عورتوں کی تحریک کے نشو و ارتقا میں بہت مدد ملی ۔ خصوصاً تعدد ازدواج کے مسئلے پر انہوں نے جن آراء کا اظہار کیا ۔ وہ بہت اہم تھے اور آئندہ چل کر عائلی زندگی سے متعلق جدید اسلامی قانون‌سازی کے لئے بنیاد بنے ۔ جیسا کہ معلوم ہے محمد عبدہ کے نزدیک عورتوں کی آزادی سے متعلق سوال کو محض جزوی حیثیت حاصل تھی ۔ ان کی زیادہ تر توجہ اسلام کی تاویل جدید کی طرف مبذول تھی ۔ یہ شرف ان کے نوجوان پیرو قاسم امین کے لئے محفوظ تھا ، جنہوں نے اصلاح کے اس شعبے کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور تا دم حیات اس کے لئے جدوجہد کرتے رہے ۔

قاسم امین کی اصلاحی تحریک کا مقصد یہ تھا کہ مصر کی عائلی زندگی کو جس کی ابتری کا ان کے دل پر گہرا اثر تھا، جدید قدروں کے مطابق استوار کیا جائے ۔ اسی خیال سے انہوں نے شادی کے اس جاگیری تصور کی مخالفت کی، جہاں میاں بیوی کے شریک زندگی ہونے کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا اور کہا کہ ہر وہ شادی جس کی بنیاد باہمی محبت اور انس پر نہ ہو، وہ اخلاق کے معیار سے گری ہوئی ہے اور شادی کہلانے کی مستحق نہیں ہے ۔ اس سلسلے میں انہوں نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ فقہائے اسلام نے شادی کا جو تصور پیش کیا ہے، وہ بے حد پست ہے ۔ ان فقہا کے نزدیک نکاح میاں اور بیوی کے درمیان شہوانی تعلق کا دوسرا نام ہے ۔ چنانچہ تمام کتب فقہ میں نکاح کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ ”نکاح وہ عقد و پیمان ہے جس کے نتیجے

میں مرد کو عورت سے تمتع حاصل کرنے کا حق حاصل ھوجاتا ھے'' ۔ اس تصور پر فقہی احکام کی عمارت کھڑی کی گئی ھے ۔

شیخ محمد عبدہ اور دوسرے مجددین اسلام کی طرح قاسم امین بھی اپنی گفتگو کا آغاز اس بنیادی موقف سے کرتے ھیں کہ اسلام نے عورت کو ایک بلند مرتبہ دیا ھے اور اس معاملے میں دوسرے تمام مذاھب خصوصاً مسیحیت اسلام سے بہت پیچھے ھیں ۔ ان کے کہنے کے مطابق اسلام نے سب سے بہت پہلے عورت اور مرد کے درمیان مساوات کو تسلیم کیا اور اس کو تمام انسانی حقوق عطا کئے جو مردوں کو حاصل تھے اور خرید و فروخت اور وصیت وغیرہ تمام کاروبار اور معاملات میں بالکل مرد کے برابر اس کے حقوق کو تسلیم کیا اور اس کا مجاز قرار دیا کہ وہ ان معاملات میں باپ اور شوھر کی اجازت کے بغیر بھی تصرف کرسکے ۔ شریعت اسلامیہ نے عورتوں کو جو حقوق عطا کئے ھیں، بعض یورپی عورتیں ان سے ابھی تک محروم ھیں ۔ لیکن قاسم امین اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ھیں کہ اسلام کا یہ مشن تاریخی طور پر ناکام رھا ۔ چنانچہ وہ کہتے ھیں کہ اسلام کی اشاعت اور اس کی وجہ سے اجنبی اقوام سے اختلاط کے سبب سے اسلام اپنی منقح صورت پر قائم نہ رہ سکا ۔ نتیجہ یہ ھوا کہ عورت کے بابت اسلام کے بیشتر احکام فراموش کردیئے گئے اور وہ تنزل کا شکار ھوگئی ۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ اس بات کو بھی تسلیم کرتے ھیں کہ کسی معاشرے میں عورت کا کیا مقام ھے ۔ یہ ایک سماجی مسئلہ ھے، جس کا مذھب سے کوئی تعلق نہیں، نہ تو یورپ میں عورتوں کی موجودہ ترقی مسیحیت کی دین ھے، اور نہ مشرق میں مسلمان عورتوں کی پستی اسلام کی وجہ سے ھے، ایک پست معاشرے میں عورت کی ذلیل حیثیت اور ترقی یافتہ متمدن معاشرے میں عورت کا بلند مرتبہ لازم ملزوم ھیں ......

سب سے اھم مسئلہ جس نے مصر کے قدامت پسند حلقے کو مشتعل کردیا وہ تھا پردے کا مسئلہ ... ایک حقیقت پسند مصلح کی حیثیت سے انہیں پردے کے مضر اثرات کا بہت جلد یقین ھوگیا ۔ چنانچہ اس رسم کے استیصال کے لئے وہ ھمہ تن کوشاں نظر آنے لگے اور '' تحریر المرآۃ '' کے شائع کرنے کی خاص غرض بھی یہی تھی ۔

پردے کی بابت قاسم امین کے خیالات کو پڑھنے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے اس ضمن میں کوئی انقلابی بات نہیں کی تھی لیکن یہی بات ان کے خلاف ہونے والے زبردست ہنگامے کا پیش خیمہ بنی - ان کا مطالبہ صرف اتنا تھا کہ پردے کی وہی حد ہونی چاہئے جو شریعت اسلامی نے مقرر کی ہے - انہوں نے کہا کہ شریعت اسلامی میں کوئی ایسی نص موجود نہیں ہے ' جس سے رائج الوقت پردے کا وجوب ثابت ہو - قرآنی آیت کی تشریح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں :- شریعت نے اس آیت میں عورتوں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنے جسم کے بعض اعضا اجنبی مرد کے سامنے ظاہر کرسکتی ہیں - اگرچہ اس نے ان اعضا کی تشریح اور تعین نہیں کی - لیکن تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چہرہ اور ہاتھ (الوجہ و الکفین) ان اعضا میں داخل ہیں - جن کو اس آیت میں مستثنی کیا گیا ہے -

دوسرا اہم مسئلہ جس کے متعلق قاسم امین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ' مسئلہ تعدد ازواج تھا - قرآن کی دو آیتوں کو بنیاد بناتے ہوئے انہوں نے کہا : مذکورہ آیات سے ظاہر ہے کہ ایک سے زائد بیوی میں عدل قائم کرنے کی شرط اتنی سخت اور تقریباً ناممکن ہے کہ اس سے تعدد ازواج کی نفی ہوجاتی ہے - کیونکہ قرآن نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ عدل ناممکن ہے - علاوہ ازیں تعدد ازواج کی حلت کی اجازت بھی اسی طرح کی ایک اجازت ہے جو اور حلال چیزوں کی بابت دی گئی ہے لیکن ساتھ ہی یہ شرط بھی لگادی گئی ہے کہ اگر کسی حلال چیز سے مفاسد کا خطرہ ہو تو وہ ممنوع بھی قرار دی جاسکتی ہے - اب چونکہ تعدد ازواج کی برائیاں بہت عام ہوچکی ہیں - اور اس کی وجہ سے عائلی زندگی مسموم ہوکر رہ گئی ہے اس لئے ان حالات کو دیکھتے ہوئے مصلحت عامہ کے خیال سے حکومت کے لئے جائز ہوگا کہ وہ تعدد ازواج پر روک لگا دے -

طلاق کا مسئلہ بھی قاسم امین کی توجہ کا باعث بنا - انہوں نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ مصر میں طلاق کو بے حد آسان بنا لیا ہے' جو معاشرے کی ابتری کا موجب ہے - قاسم امین کے خیال میں اس صورت حال کی ذمہ داری

فقہائے مذاہب (خصوصاً فقہائے احناف) پر ہے ' جن کے نزدیک خواہ دل میں طلاق کی نیت ہو یا نہ ہو لیکن اگر کسی نے زبان سے لفظ طلاق تین بار دھرایا تو یہ طلاق کے لئے کافی ہے ۔ حالانکہ طلاق کی نیت اولین شرط ہے جو اسلام کے نزدیک ہر کام میں ایک بنیادی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس سلسلے میں قاسم امین نے حکومت سے درخواست کی کہ وہ مندرجہ ذیل قانون نافذ کرے جس کے ذریعہ طلاق کے مقدمات کی کاروائی کو باضابطہ بنایا جاسکے : جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ قاضی کے سامنے حاضر ہو اور اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جو نزاع ہو' اس کی اسے اطلاع کرے ۔ قاضی کو چاہئے کہ وہ اس کو ایک ہفتے تک سوچنے کی مہلت دے ۔ ایک ہفتہ گزرنے کے بعد بھی اگر خاوند اپنے ارادہ پر قائم ہو تو قاضی کو چاہئے وہ ان دونوں کے کنبوں سے ایک ایک پنچ مقرر کرے ۔ اگر پنچ بھی فریقین کے درمیان صلح کرانے میں کامیاب نہ ہوں تو قاضی خاوند کو طلاق دینے کی اجازت دے دے ۔

حاشیے میں ہے :- شیخ محمد عبدہ کے خیال کے مطابق قرآن میں تعدد ازواج کی اجازت تو ضرور دی گئی ہے لیکن اس کے لئے جو شرائط بیان کئے گئے ہیں' وہ اتنے سخت ہیں کہ تعدد ازواج کی تقریباً نفی ہوجاتی ہے ۔ قرآن کے مطابق ایک سے زائد بیوی رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ اس شخص کی مالی حالت اچھی ہو تاکہ وہ ان بیویوں کی کفالت کر سکے ۔ دوسرے یہ کہ وہ ان کے ساتھ مساوی سلوک کر سکے ۔ محمد عبدہ کے نزدیک ان شرائط کی حیثیت محض اخلاقی پند کی نہیں ہے بلکہ وہ مثبت قانونی شرائط کا درجہ رکھتے ہیں جو اس حق کے استعمال پر مقدم ہیں ۔ عدالت کو چاہئے کہ وہ موجودہ سماجی حالات کی روشنی میں یہ فیصلہ کرے کہ مذکورہ شرائط (خصوصاً دوسری شرط) ناممکن العمل ہیں اور اس طرح دوسری شادی کی اجازت دینے سے انکار کر دے ۔ ⊕
ملاحظہ ہو تفسیر المنار ۴ : ۳۵۰' تاریخ الاستاذ الامام ۲ : ۲۳۲ ۔

(مجلہ علوم اسلامیہ دسمبر ۱۹۶۳ء۔ ادارۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)